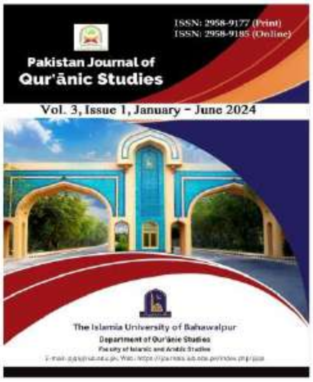

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185
Vol. 3, Issue 1, January – June 2024, Page no. 1-15
HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/169
Link:https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/2940
DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v3i1.2940
Publisher: Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title Introduction, Types and Legal Status of Qiraat e Shaazah

Author (s):
Sharafat Ali
Visiting Lecturer, International Islamic University Islamabad.
Sajida Bibi
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Azad Jamu & Kashmir
Abdul Mughees
M.Phil Scholar, Department of Religion and Philosophy, Minhaj University Lahore.

Received on: 15 March, 2024
Accepted on: 15 June, 2024
Published on: 30 June, 2024

Citation: sharafat Ali, Sajida Bibi, and Abdul Mughees. 2024. “Introduction, Types and Legal Status of Qiraat E Shaazah”. *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 3 (1):1-15. https://doi.org/10.52461/pjqs.v3i1.2940.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2024 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

قراءات شاذہ کا تعارف، اقسام اور شرعی حیثیت

Introduction, Types and Legal Status of Qiraat e Shaazah

Sharafat Ali
Visiting Lecturer, International Islamic University Islamabad.
E-mail: sharafatali24.iiui@gmail.com
Sajida Bibi
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Azad Jamu & Kashmir, bibisajida558@gmail.com
Abdul Mughees
M.Phil Scholar, Department of Religion and Philosophy, Minhaj University Lahore, abdulmugheesmdk4@gmail.com

Abstract
Qiraat E Qur'an is the basic and important source of all knowledge. The reference and source of authentic Qiraat is divine revelation. The knowledge of Qiraat is not ijtihad, but it is proven by listening and copying. Ijtihad and opinion do not interfere in it. The Qiraats that are being recited today are part of the seven letters that were revealed to the Messenger of Allah. It can be recited in prayer. Apart from these, all other Qiraats are Shaazah. Whether Qiraat is Mutawatarah or Shaazah, Qiraat is an important part and axis of all sciences. Qiraat plays an important role in all Arabic sciences. Qiraat E Shaazah is unique and separate from Qiraat E Mutawatarah in terms of ritual. Qiraat E Shaazah is applied to all the recitations that are other than the Mutawatara, whether they are proven by an authentic chain of transmission or a weak chain of transmission. In order to save the Ummah from the danger of going astray, the Islamic scholars started recitations in the light of the Shariah texts. Since then they have established the principles on the basis of which they separated Qiraat E Shaazah from Qiraat E Mutawatirah forever. All the scholars of the Ummah agree that Qiraat is not the Qur'an.
Recitation of Shazah is rejected, it is forbidden to include them in the Mushaf. Recitation of Qirat Shazah in prayer will invalidate the prayer in any case, it will be necessary to repeat it, whether it is recited as a dhikr or as a narration. However, if a person recites Qiraat Shaazah as a dhikr after the prayer, then the prayer will not be invalid. Since the recitations are not from the Holy Qur'an, their recitation in prayer is forbidden. Whoever will knowingly insist on reciting them, Ameer ul Momineen must prevent him in every possible way.

Keywords: Qiraat, Qiraat e Qurania, Qiraat e Shaazah, Uloom Ul Quran, Recitations.

Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/2940

تمہید:

قراءات قرآنیہ تمام علوم کا منبع اور سرچشمہ ہیں۔ قراءات صحیحہ کا مرجع اور ماخذ وحی الٰہی ہے۔ علم قراءات ایسا علم ہے جس میں اجتہاد اور رائے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اور آج جو قراءات پڑھی جارہی ہیں یہ ان سبعہ احرف کا حصہ ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوئے تھے۔ قراءت عشرہ تمام کی تمام متواتر ہیں، ان کی سند رسول اللہ ﷺ تک صحیح ثابت ہے، اور ان قراءات کو نماز وغیرہ میں تلاوت کیا جاسکتا ہے۔ان کے علاوہ باقی تمام قراءات شاذہ ہیں۔ قراءات متواترہ ہوں یا شاذہ، تمام علوم میں قراءات ایک اہم رکن اور محور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تمام علوم عربیہ میں قراءات قرآنیہ کا ایک اہم کردار ہے۔۔ قراءات شاذہ رسم وغیرہ کے اعتبار سے قراءات متواترہ سے منفرد اور جدا ہیں۔ قراءات شاذہ کا اطلاق ان تمام قراءات پر ہوتا ہے جو متواترہ کے علاوہ ہیں، خواہ وہ صحیح سند سے ثابت ہیں یا ضعیف سند سے ثابت ہوں۔۔ گمراہی کے خطرہ سے اُمت کو بچانے کے لئے نصوص شرعیہ کی روشنی میں ائمہ قراء نے آغاز سے ہی ضوابط اصولیہ قائم کردیئے تھے جن کی بنیاد پر انہوں نے قراءات شاذہ کو قراءات متواترہ سے ہمیشہ کے لئے الگ کردیا۔ امت کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قراءۃ شاذہ قرآن نہیں ہے۔ قراءۃ شاذہ قابل رد ہیں، ان کو مصحف میں شامل کرنا ممنوع ہے۔ نماز میں قراءت شاذہ کی تلاوت سے نماز ہر صورت باطل ہو جائے گی، اسے لوٹانا ضروری ہو گا، خواہ اسے بطور ذکر پڑھا گیا ہو یا بطور حکایت۔ لیکن اگر کوئی شخص قراءت شاذہ کو نماز کے بعد بطور ذکر پڑھے تو نماز باطل نہیں ہو گی۔ چونکہ قراءات شاذہ قرآن نہیں ہیں، لہذا نماز وغیرہ میں ان کی تلاوت حرام ہے، جو شخص جانتے بوجھتے ان کی تلاوت پر مصر ہو گا، امیر المومنین کا فرض ہے، کہ وہ ہر ممکن طریقے سے اس کو باز رکھے۔

علم قراءات کا تعارف اور اقسام :

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا۔ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ تمام زبانوں کی طرح اس زبان کی کھوکھ سے بھی متعدد اور مختلف لہجوں نے جنم لیا۔ جس کی وجہ سے عرب قبائل کے درمیان آواز کے مظاہر، زیر و بم اور الفاظ کی ادائیگی میں خاصا اختلاف رونما ہوا۔ بعض قبائل ایک لفظ کو ادغام کے ساتھ پڑھتے تو بعض اظہار اور اخفاء کے ساتھ، بعض مد کے ساتھ تو بعض قصر کے ساتھ۔ کچھ الفاظ ایسے تھے جو بعض قبائل میں استعمال ہوتے تھے لیکن دیگر قبائل ان الفاظ سے اجنبی تھے تو لہجات کے اس فرق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آسانی اور بعض دیگر حکمتوں کے پیش نظر اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ہر قبیلہ کو انہی کی لغات میں قرآن پڑھائیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ غائب و مخاطب، مذکر و مؤنث، مفرد و جمع، تخفیف و تشدید اور تحقیق و

تسہیل کے اعتبار سے بعض قرآنی الفاظ و حروف نیز ان کی ادائیگی کیفیت میں فرق ہوا، جسے ان قبائل نے خود اپنے طور پر اختیار نہیں کیا تھا، بلکہ زبان رسالت ﷺ سے سن کر حاصل کیا تھا۔ان مختلف فروق کو قراءات کا نام دیا گیا۔[1]

قراءات کا لغوی مفہوم:

لفظ قراءات جمع ہے، اس کا واحد قراءۃ ہے۔ اس لفظ کا مرکزی مفہوم؛ جمع، اجتماع (جمع کرنا، اور جمع ہونا) ہی ہے۔ یہ لفظ اگرچہ مختلف معانی میں مستعمل ہے، لیکن تمام معانی میں قدر مشترک کے طور پر (جمع، اجتماع اور ضم) کا مفہوم بہر حال موجود ہے۔ چنانچہ ابن منظور ابن اثیر[2] کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ قراءۃ، اقتراء، قاری اور حدیث میں قرآن کا لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ انسان کوئی مواد جمع کرتے ہوئے پہلے قراءت Reading کے مرحلہ سے بہر حال گزرتا ہے۔ اور قرآن کو قرآن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے نقص، اوامر ونواہی، وعد ووعید اور آیات وسور (میں پنہاں حقائق دینی اور علوم وفنون) کو ایک دوسرے کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ قرأت الشئ کا معنی یہ ہوگا کہ "میں نے فلاں چیز کو جمع کیا اور اس کے بعض کو بعض کے ساتھ ملایا۔ تو اس لحاظ سے قراءات القرآن اور قراءت الکتاب کا معنی خاموشی سے یا اونچی آواز سے قرآن کی تلاوت اور کلمات کی Reading لیا جائے گا۔[3]

قراءات کا اصطلاحی مفہوم:

متعدد علماء نے قراءات کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں۔ ابو حیان اندلسی قراءات کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

"قراءات وہ علم ہے جس میں قرآنی الفاظ کی کیفیت نطق سے بحث کی جاتی ہے۔"[4].

غور کیا جائے تو یہ تعریف قراءت سے زیادہ تجوید کی تعریف معلوم ہوتی ہے، کیونکہ تجوید کی تعریف بھی یہی ہے کہ قرآن کے ہر حرف کو اس کی تمام صفات کے ساتھ اس کے مخرج سے ادا کیا جائے۔

---

[1] صدیق، محمد اسلم، قراءات شاذہ شرعی حیثیت اور تفسیر وفقہ پر اثرات، شیخ زاید اسلامک سنٹر، قائداعظم کیمپس، (جامعہ پنجاب لاہور، پاکستان، 2006م) 03

[2] زرکلی، خیر الدین، الاعلام، (بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1969م) 05:153

[3] ابراھیم مصطفی، وأحمد حسن الزیات، المعجم الوسیط، (مطابع در المعارف، مصر، ۱۹۸۰م) 722

[4] أبو حیان أندلسي، محمد بن یوسف، البحر المحیط، مکتبۃ ومطابع النصر الحدیثۃ، الریاض ابو الکلام آزاد: ترجمان القرآن، (اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۹۷۶م) 14:01

اس کے بعد شہاب الدین القسطلانی نے سب سے جامع اور مانع تعریف کی ہے۔اس تعریف سے اختلاف کلمات کی نوعیت معلوم ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"ایساعلم ہے جس کے ذریعہ لغت، اعراب، حذف، اثبات، تحریک، اسکان، فصل وصل اور ادائیگی کلمات کی دیگر حالتوں میں کتاب اللہ کے ناقلین کے اتفاق اور اختلاف کا پتہ چلتاہے۔یادرہے کہ اس اختلاف اور اتفاق کا تعلق نقل اور سماع سے ہے۔"[5]

اس کے بعد طاش کبری زادہ کی تعریف اس لحاظ سے اہم ہے کہ انہوں واضح طور پر قراءات شاذہ کو قراءات کی تعریف میں شامل کیاہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"ایساعلم ہے جس میں قراءات متواترہ کے اختلاف کی وجوہ (صورتوں) اور اس کے تواتر کی مبادیات و مقدمات کے اعتبار سے کلام الہی کے نظم کی مختلف صورتوں کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔ نیز اس میں غیر متواتر قراءات جن کو قبول عام حاصل ہے، کے اختلاف کی وجوہ اور اس کی شہرت کے مبادیات اور مقدمات سے بحث کی جاتی ہے یااس میں ان قراءات احادیہ شاذہ سے بحث کی جاتی ہے جو مستند اور قابل اعتبار ہیں۔" [6]

اس کے بعد جامعہ ازہر کے معروف محقق اور قراءت کے عظیم عالم عبد الفتاح القاضی کی تعریف مختصر مگر جامع ہونے کی بناپر قابل ذکر ہے۔انہوں نے قراءات کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"علم يعرف به كيفية النطق بالكلمات القرآنية وطريق أدائها اتفاقاً و اختلافاً مع عزو كل وجه لناقله "۔

"ایساعلم ہے جس سے قرآنی کلمات کے نطق کی کیفیت اور ادائیگی کے طریقہ کار کا پتہ چلتاہے کہ کلمات قرآنیہ کی کونسی وجود اتفاقی ہیں اور کون سی اختلافی ہیں اور ہر وجہ (صورت) کی نسبت اسے نقل کرنے والے کی طرف ہوتی ہے۔" [7]

علم قراءات کی مذکورہ تمام تعریفات کا جائزہ لینے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قراءات میں درج ذیل تین عناصر کا پایا جانا ضروری ہے:

1. قراءات میں اختلافی اور اتفاقی مقامات کی تعیین
2. وہ قراءات نقل صحیح سے ثابت ہوں، خواہ متواترہ ہوں یاشاذہ۔

---

5 القسطلاني، شهاب الدين، لطائف الإشارات الفنون القراءات 1/170، تحقيق وتعليق، الشيخ عامر السيد عثمان، الدكتور عبد الصبور شاهين، (القاهرة، ١٣٩٢ه- - ١٩٧٢ م) 170:01

6 طاش کبری زاده، أحمد بن مصطفى، مفتاح السعادة ومصباح السيادة، دار الكتب العلمية، (بيروت، الطبعة الأولى، ١٩٨٥م)06:02

7 عبد العزيز بن أحمد انتخاري، كشف الاسرار، محمد المفتاح الفرصي البدور الزاهرة قراءات الندسي والأهمي، ص5، عبد الله بن عبد المحسن التركي الدكتور أصول مذهب الإمام محمد دراسة أصوب مدار مؤسسة الرسالة، (دار الكتب الاسلامي، الطبعة الرابعة، ١٩٦٠م)05

3. قراءات کے درمیان اختلاف کی نوعیت اور حقیقت کی وضاحت

علم قراءات کے ذریعہ لغت، اعراب، حذف اثبات تحریک، اسکان، فصل، وصل، ابدال اور طریقہ ادائیگی کے اعتبار سے کتاب اللہ کے ناقلین کے اختلاف سے متعلقہ ان تمام تر مسائل کا پتہ چلتا ہے جو بطریق تواتر مروی ہوں یا بطریق اخبار آحاد ثابت ہوں، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان اختلافی اور اتفاقی وجوہ کو نقل کرنے والے کون کون سے رواۃ ہیں؟

قراءات کی اقسام:

علمائے قراءات نے مختلف اعتبار سے قراءات کی مختلف اقسام بیان کی ہیں لیکن بنیادی طور پر قراءات کی دو اقسام ہیں۔

1. قراءات متواترۃ
2. قراءات شاذہ

قراءات متواترۃ:

متواتر قراءۃ وہ ہوتی ہے جس کو روایت کرنے والی ایک بہت بڑی جماعت ہو، جس کا جھوٹ پر متفق ہونا عادتاً محال ہو، اور یہ تعداد شروع سے آخر تک تمام طبقات میں پائی جائے۔

نیز ہر وہ قراءۃ جو لغت عرب کی کسی وجہ کے مطابق ہو اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی کے رسم کے موافق ہو، خواہ وہ موافقت تقدیراہی ہو اور بذریعہ تواتر منقول ہو یا وہ اس قدر مشہور و مستفیض ہو کہ محققین ائمہ فن قراءات کے نزدیک قبول عام کا درجہ حاصل کرلے۔ نیز اس کے ساتھ کئی ایسے خارجی قرائن بھی مل جائیں جو اس کی قطعیت پر واضح دلیل ہوں۔ یہ قراءۃ بھی متواتر اور قطعی کے حکم میں ہے۔ مذکورہ تمام شرائط قراءات عشرہ میں موجود ہیں، جنہیں صحابہ رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا اور ان سے تابعین اور تبع تابعین کی بے شمار تعداد نے بیان کیا اور پھر ان سے لینے والے فن قراءات کے بڑے بڑے محققین ائمہ اور شیوخ تھے اور ان سے روایت کرنے والی ہر دور، ہر علاقہ، ہر نسل میں اتنی بڑی اکثریت تھی کہ ان کا شمار ناممکن ہے، اسی طرح سے ایک جم غفیر کو لئے ہوئے یہ سلسلہ آخر کار ہم تک پہنچا اور اس پر تقریباً امت کا اجماع ہے۔ قراءات عشرہ کے علاوہ جتنی بھی قراءات ہیں، سب شاذہ ہیں۔

قراءات شاذہ کا تعارف

شاذۃ کا لغوی مفہوم :

مجموعی طور پر لفظ شاذ یا شذوذ: انفرادیت، ندرت، اجنبیت، قلت، افتراق اور کسی چیز کا قاعدہ، قیاس، اصول، ضابطہ اور استعمال کے عام قانون کے خلاف استعمال ہونا، جیسے معانی کے گرد گھومتا ہے۔

اسی طرح کہا جاتا ہے:

"وہ قیاس کے خلاف ہے اور یہ چیز اصول وضابطہ کے خلاف ہے" [8]

چنانچہ لفظ شاذ کے ان مذکورہ معانی کی بنیاد پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ لغوی لحاظ سے قراءۃ شاذہ وہ ہوتی ہے جو منفرد، نادر قلیل مفترق اور عام قراءات سے الگ اور عام قانون، ضابطہ اور اصول کے خلاف ہو۔

اصطلاحی تعریف:

اصطلاح میں "قراءت شاذہ" [9] سے مراد وہ قراءۃ ہے جو قراءات عشرہ متواترہ کے علاوہ اور ائمہ قراء کے ضوابط اصولیہ کے خلاف ہو۔

ابو عمرو عثمان ابن الصلاح نے قراءات شاذہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"قراءۃ شاذہ وہ ہے جو بحیثیت قرآن منقول ہو مگر وہ تواتر سے ثابت نہ ہو اور ائمہ قراءات کے نزدیک اسے قبول عام کا مقام بھی حاصل نہ ہو۔ اس کی مثال وہ قراءات ہیں جو ابن جی کی کتاب المحتسب اور دیگر کتب میں موجود ہیں۔" [10]

گویا ابن الصلاح نے قراءات شاذہ کے امتیاز کے لئے دو منفی شرائط کا تذکرہ کیا بطریق تواتر منقول نہ ہو۔ امت میں مشہور اور ائمہ قراءات کے نزدیک اسے تلقی بالقبول اور شہرت عام کا درجہ حاصل نہ ہو۔

قراءات شاذہ کا اطلاق ان تمام قراءات پر ہوتا ہے جو متواترہ کے علاوہ ہیں، خواہ وہ صحیح سند سے ثابت ہیں یا ضعیف سند سے ثابت ہوں۔

یعنی صحیح سند سے مروی اور لغت عربی کے مطابق قراءۃ کو بھی شاذ کہا جاسکتا ہے، شاذ قراءۃ کے لیے ضعیف السند ہونا شرط نہیں۔

قراءات شاذہ کی وجہ تسمیہ:

مذکورہ تفصیل سے قراءۃ شاذہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی کے درمیان ایک مضبوط تعلق واضح ہو جاتا ہے اور قراءات شاذہ کی اصطلاحی تعریف پر منفرد، نادر، قلیل مختلف، جدا اور خلاف ضابطہ وخلاف اصول کا لفظ بالکل صحیح صادق آتا ہے۔ چنانچہ کسی قراء ۃ شاذہ کو یا تو اس لئے شاذہ کہا جاتا ہے کہ وہ طرق روایت وثبوت کے اعتبار سے کم اور نادر الوقوع ہے، جبکہ اس کے بالمقابل ہر

---

8 زمخشری، جار اللہ ابو القاسم، محمود بن عمر، أساس البلاغۃ، (دار صادر، بیروت، ۱۹۶۵م) ص324

9 الموسوعۃ الفقہیۃ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، (الکویت الطبعۃ الاولی، 1992م) 357:25

10 زرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر، البرھان في علوم القرآن، تحقیق الدکتور یوسف عبد الرحمن، (دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی، ۱۹۹۰م)

قراءۃ متواترہ متعدد طرق سے وارد ہوتی ہے۔ یا پھر بقول ابن جزری، اسے قراءۃ شاذہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قراءات شاذہ، قراءات متواترہ سے رسم وغیرہ کے اعتبار سے منفرد ہیں یا وہ قراءات متواترہ کے ضوابط پر پوری نہیں اترتیں۔

قراءات شاذہ کی مختلف اقسام:

گزشتہ صفحات میں مذکور قراءۃ وشاذہ کی تعریف اور ضوابط اصولیہ کی بنیاد پر قراءات شاذہ کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

پہلی قسم: وہ قراءۃ جس کی سند صحیح ہو اور کسی عربی وجہ کے بھی مطابق ہو اور رسم عثمانی کے بھی موافق ہو لیکن نہ تو بطریق تواتر ثابت ہو اور نہ ہی ایسے طریق سے جو قوت میں تواتر کے مساوی ہو۔ اس کی متعدد مثالیں کتب قراءات میں موجود ہیں۔

دوسری قسم: وہ قراءۃ جس کی سند صحیح ہو اور لغت عرب کی کسی وجہ کے موافق ہو، لیکن مصاحف عثمانیہ میں کسی مصحف کے رسم کے مطابق نہ ہو۔

تیسری قسم: وہ قراءۃ جس کی سند صحیح ہو، رسم عثمانی کے مطابق ہو اور لغت عربی کے مخالف ہو، امام ابن جزری کے بقول یہ قسم بہت ہی کم ہے، بلکہ مفقود ہے۔ اگر اس کی کوئی مثال ہے بھی تو وہ سہو، غلطی اور عدم ضبط کا نتیجہ ہے، جس سے ائمہ محققین اور حفاظ قراءۃ واقف ہیں، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی قراءۃ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو اور پھر لغت عرب کے مطابق نہ ہو۔ ایسی تمام قراءات سہو، غلطی اور عدم ضبط کا نتیجہ ہیں، لہذا قابل رد ہیں۔

چوتھی قسم: بعض قراءات ایسی بھی ہیں جن کی اسانید صحیح ہیں، لیکن در حقیقت وہ قرآن نہیں ہیں، بلکہ بعض صحابہ کرام دوران تلاوت کسی لفظ کی تفسیر اور تشریح کیلئے بعض کلمات کا اضافہ کر دیتے تھے اور بعض ساتھ لکھ بھی دیتے تھے، جس کے لئے مدرج کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ چونکہ وہ براہ راست رسول اللہ ﷺ سے قرآن سیکھ رہے تھے، متن قرآن کو خوب جاننے والے تھے، اس لئے ان تفسیری الفاظ کے اضافہ سے متن قرآن میں اضافہ کا کوئی خدشہ نہ تھا۔ ایسے ہی بعض تابعین نے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے کیا۔

پانچویں قسم: وہ قراءۃ جس کی سند صحیح نہ ہو، خواہ وہ رسم عثمانی اور لغت عرب کے موافق ہو یا مخالف، ایسی قراءۃ بالاتفاق ضعیف اور قابل رد شمار ہو گی۔ امام سیوطی نے ان تمام قراءات کو موضوع قرار دیا ہے[11]۔ امام مکی بن ابی طالب نے کتب شواز

---

[11] السيوطي، جلال الدين عبد الرحمن بن ابی بكر، الإتقان في علوم القرآن، تحقيق، مركز الدراسات القرآنية، (مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة المنورة، 1426ھ) 481:01

میں موجود قراءات کی غالب اکثریت کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے[12]۔ اسی طرح وہ قراءات جو امام ابو حنیفہ[13] کی طرف منسوب ہیں۔ ابو الفضل محمد بن جعفر خزامی نے یہ قراءات ایک کتاب میں جمع کر کے امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کر دیں اور اس سے پھر ابو القاسم البدلی نے انہیں نقل کیا۔ ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اسی طرح وہ قراءات جو شاطبیہ کے بعض شارحین نے وقف حمزہ کے بارے میں ذکر کی ہیں، وہ بھی قراءات شاذہ کی ان دو مؤخر الذکر مردود اقسام میں شامل ہوں گی۔

یہ تمام قراءات کسی بھی عربی وجہ کے مطابق نہیں ہیں، لہذا اگر یہ ثقہ رواۃ سے منقول ہوں تو بھی ان کو قبول نہیں کیا جاسکتا ہے اور اگر یہ غیر ثقہ سے منقول ہیں تو پھر یہ رد کے زیادہ لائق ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان قراءات کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔

چھٹی قسم: چھٹی قسم ان قراءات کی ہے جو رسم عثمانی اور لغت عرب کے موافق تو ہیں لیکن سرے سے ان کی کوئی سند ہی نہیں ہے۔ ایسی قراءات کو شاذہ کی بجائے مکذوبۃ" کہا جائے گا اور ایسی قراءات کو قرآن کہنے والا کافر قرار دیا جائے گا۔

قراءات شاذہ کو معلوم کرنے کا معیار:

کسی قراءۃ کو متواترہ یا شاذہ قرار دینا اس لحاظ سے ایک اہم، دقیق اور حساس مسئلہ ہے کہ اس کا تعلق قرآن مجید کے ساتھ ہے۔ کسی معیار، ضابطہ اور قراءات کی تقسیم کی بنیاد پر ہی یہ فیصلہ ہو گا کہ قراءۃ کی کونسی قسم قرآن ہے اور کونسی قسم قرآن نہیں ہے۔ کس قراءۃ کی تلاوت جائز اور کس کی تلاوت جائز نہیں، کون سی وہ قراءات ہیں جو عرضہ اخیرہ کے وقت باقی رکھی گئیں اور کونسی وہ قراءات ہیں جن کی تلاوت منسوخ کر دی گئی؟ یہ فیصلہ کرنے کے لئے نقل وروایت اور سلف صالحین کی تقلید و اتباع ضروری ہے۔ گمراہی کے خطرہ سے اُمت کو بچانے کے لئے نصوص شرعیہ کی روشنی میں ائمہ قراء نے آغاز سے ہی ایسے ضوابط اصولیہ اور معیارات قائم کر دیئے تھے جن کی بنیاد پر انہوں نے قراءات شاذہ کو قراءات متواترہ سے ہمیشہ کے لئے الگ کر دیا۔ امت کو فتنہ اور اختلاف سے بچانے کے لئے سب سے پہلے حضرت عثمان نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ اللہ تعالی، جس نے حفاظت قرآن کا ذمہ خود اٹھایا ہے، امت میں ایسے ائمہ عظام پیدا کیے جنہوں نے قرآن کو غیر قرآن سے الگ کرنے اور قراءات متواترہ کو قراءات شاذہ سے ممتاز کرنے کے لئے ضوابط اصولیہ اور معیارات مقرر کر دیئے۔

یہ ضوابط تنقیح وارتقا کے مختلف مراحل سے گزر کر آخر کار سلف و خلف کے بذریعہ متفق علیہ معیار قرار پائے۔ ابو عبید قاسم بن سلام سے لے کر امام ابن الجزری تک متعدد ائمہ نے ان ضوابط کا تذکرہ کیا، کسی نے ان ضوابط کی تشریح کر دی کسی نے انہیں

---

12 ابن جزری، النشر فی القراءات العشر، تصحیح ومراجعۃ، علی محمد الضباع، (مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ، مصر) 16:01

13 ابن جزری، محمد بن محمد، ابوالخیر، غایۃ النھایۃ فی طبقات القراء، دار الکتب العلمیۃ، (بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1932م)

ویسے ہی نقل کر دیا، کسی نے ان پر تنقید کی اور کسی نے مزید وضاحت سے بیان کر دی اور اپنے دور کے امام القراء اور شیخ الشیوخ ابو الخیر ابن الجزری فرماتے ہیں:

"كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف العثمانية ولو احتمالاً وصح سندها (وتواتر نقلها ، هذه القراءة المتواترة المقطوع بها فهي القراءة الصحيحة التي لا يجوز ردها ولا يحل إنكارها ، بل هي من الأحرف السبعة التي نزل بها القرآن ووجب على الناس قبولها".

"ہر وہ قراءۃ جو لغت عربی کی کسی وجہ کے ساتھ موافق ہو، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق ہو (اور وہ موافقت خواہ حقیقی ہو یا تقدیری) نیز اس کی سند صحیح ہو تو یہ قراءۃ صحیح ہے۔ (وہ بذریعہ تواتر منقول ہو تو یہ قراءۃ متواتر اور قطعی ہے۔) اس کا انکار جائز نہیں، بلکہ یہ حروف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا تھا، لوگوں پر اس کو قبول کرنا واجب ہے"[14]۔

مذکورہ تین ارکان کو ابن جزری نے اس طرح بیان کیا ہے:

"ہر وہ قراءۃ جو کسی نحوی وجہ کے مطابق ہو، رسم مصحف اس کا متحمل ہو اور وہ سند کے لحاظ سے صحیح ہو تو وہ قرآن ہے اور قراءات کو پرکھنے کے لئے یہی تین ارکان ہیں۔ جس قراءۃ میں کوئی ایک رکن بھی مفقود ہو گا، اس کا شاذ ہونا ثابت ہو جائے گا۔"[15]

قراءات شاذہ کو معلوم کرنے میں مذکورہ تین ارکان اصل معیار اور کسوٹی ہیں۔

پہلا رکن: مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے ساتھ موافقت:

پہلا رکن مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے ساتھ موافقت ہے یعنی حضرت عثمان نے جو مصاحف منتقل کر کے مختلف علاقوں میں قراء صحابہ کی معیت میں بھیجے تھے، کسی قراءت کے صحیح ہونے کے لیے یہ معیار ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کے رسم کے مطابق ہو۔ اور یہ مطابقت حقیقی طور پر بھی ہو سکتی ہے اور احتمالی و تقدیری طور پر بھی ہو سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ رسم عثمانی اس قراءت کا تحمل ہو، کیونکہ سبعہ احرف کی رعایت کی وجہ سے مصاحف عثمانیہ کے رسم میں بعض جگہ اختلاف تھا۔

ابو بکر الانباری بیان کرتے ہیں کہ "اجتمع القرآء على ترك كل قراءة مخالف المصحف ".

"تمام آئمہ قراء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ قراءۃ متروک (شاذ) قرار پائے گی جو رسم عثمانی کے مخالف ہو گی۔"

---

14 ابن جزری، منجد المقرئین، دار الکتب العلمیہ، (بیروت، 1400ھ-1980م)

15 ابن جزری، متن الطیبۃ النشر، ص3، تصحیح و مراجعۃ، علی محمد الضباع، (مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر) 03

چنانچہ بعض صحابہ و تابعین سے اس سلسلہ میں مصاحف عثمانیہ کے مخالف جتنے بھی حروف مروی ہیں، وہ تمام کے تمام شاذ قرار پائیں گے۔

دوسرا رکن: عربی وجہ کے ساتھ موافقت:

دوسرا رکن جو قراءات شاذہ کو قراءات متواترہ سے الگ کرنے کے لئے ائمہ قراء نے قائم کیا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ قراءۃ کسی عربی وجہ کے موافق ہو لیکن شرط یہ ہے کہ وہ قراءۃ تواتر سے ثابت ہو اور ائمہ قراء کے نزدیک اسے تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو اور رسم عثمانی اس کا متحمل ہو، اس صورت میں ضعیف نحوی وجہ بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ بنیادی رکن تو یہی دو ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی قراءت کا تواتر سے ثابت ہونا ہی اس کے عربی وجہ کے مطابق ہونے کی دلیل ہے۔ امام ابو عمرو الدانی فرماتے ہیں:

" وأئمة القراءة لا تعمد في شيء من حروف القرآن على الأفشى في اللغة وأقيس في العربية بل على الأثبت في الأثر والأصح في النقل والرواية لأن القراءة سنة متبعة يلزم قبولها والمصير إليها "

"ائمہ قراء حروف قرآن کے سلسلہ میں اس بات پر اعتماد نہیں کرتے کہ وہ لفظ لغوی لحاظ سے عام مستعمل ہے یا عربی قاعدہ کے زیادہ مطابق ہے، بلکہ اس پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ حرف نقل و روایت کے اعتبار سے صحیح ترین اور ثبوت کے اعلی معیار پر ہو، کیونکہ قراءۃ میں رسول اللہ ﷺ سے ائمہ تک کے سلسلہ تواتر کی اتباع کی جائے گی اور اس کی طرف لوٹنا اور اسے قبول کرنا ضروری ہے۔"[16]

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عربی وجہ کے ساتھ مطابقت کی یہ شرط قراءات شاذہ کی قراءات متواترہ کے ساتھ آمیزش کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند کرنے کیلئے لگائی گئی اور اسمیں مزید احتیاط اور استیثاق کے لئے لگائی گئی ہے۔ اور کوئی شاذ قراءۃ قراءات متواترہ کے دائرہ میں داخل نہ ہو سکے۔ ورنہ کوئی بھی متواتر قراءۃ ایسی نہیں ہو سکتی جو کسی عربی وجہ کے مطابق نہ ہو۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کسی قراءۃ کا تواتر سے ثابت ہونا ہی اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ وہ قراءۃ بذات خود ایک عربی وجہ اور نحوی قانون ہے، لہذا کسی نحوی یا لغوی کا اس کو قواعد نحویہ کے مخالف قرار دینا کوئی حیثیت نہیں رکھتا، لہذا جو قراءۃ کسی بھی عربی وجہ کے مطابق نہ ہو، وہ یقیناً شاذ ہو گی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شرط کو قراءات شاذہ اور متواترہ کے درمیان امتیاز کے لئے ایک علامت تو قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن اسے ایک مستقل معیار قرار دینا درست نہیں ہے۔

---

[16] الداني، أبو عمرو عثمان بن سعيد، جامع البيان في القراءات السبع، (دار الكتب والوثائق القومية، قسم التصوير، ١٩٦٨م)

تیسرا رکن: صحت سند

کسی قراءۃ کے صحیح ہونے کے لئے تیسری شرط یہ ہے کہ اس کو روایت کرنے والے شروع سند سے لیکر رسول ﷺ تک عادل اور ضابط ہوں، اس میں کسی قسم کا شذوذ اور کوئی ایسی علت نہ ہو جو باعث جرح ہو۔[17]

یہاں تک تو سب متفق ہیں، مگر اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا کسی متواتر قراءۃ کے لئے رواۃ کے عادل اور ضابطہ ہونے کے ساتھ یہ کافی ہے کہ وہ قراءۃ تمام علمائے اصول، مذاہب اربعہ کے فقہا، محدثین اور اکثر قرائے کرام کا موقف یہ ہے کہ قراءات متواترہ اور شاذہ کے درمیان امتیاز کے لئے اصل معیار تواتر ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ کتاب جو کائنات کے لئے راہبر اور صراط مستقیم اور دین قیم کی اصل بنیاد ہے اور اتنا عظیم معجزہ ہے کہ جن وانس مل کر بھی اس جیسی ایک سورت کیا ایک آیت بھی نہیں بنا سکتے۔ ایسی کتاب کے لئے عادتا یہ محال ہے کہ وہ تواتر سے ثابت نہ ہو، جبکہ اس کی تمام تر تفاصیل کا بذریعہ تواتر منقول ہونے کے بے شمار اسباب وعوامل موجود ہیں لہذا جو قراءۃ حد تواتر کو نہیں پہنچے گی، یقینی بات ہے کہ وہ شاذ تصور ہو گی اور اس کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔[18]

قراءات شاذہ قرآن نہیں ہے:

پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ قراءۃ شاذہ قرآن نہیں ہے، کیونکہ اس میں وہ تمام شرائط موجود نہیں ہیں، جو ثبوت قرآن کے لئے ضروری ہیں۔

امام زرکشی نے الکیا طبری کے حوالہ سے اس پر علما کا اتفاق نقل کیا ہے ان کا بیان ہے کہ

"قراءۃ شاذہ قابل رد ہیں، ان کو مصحف میں شامل کرنا ممنوع ہے اور علما کے درمیان اس مسئلہ پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔"۔

صاحب مسلم الثبوت فرماتے ہیں:

"جو قراءات بذریعہ آحاد نقل ہوئی ہیں، وہ قطعا قرآن نہیں ہیں "۔[19]

"امام شوکانی نے بھی قراءات شاذہ کو قطعی طور پر قرآن سے الگ قرار دیا ہے۔"[20]

---

17 ابن جزری، النشر فی القراءات العشر، تصحیح ومراجعۃ، علی محمد الضباع، (مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ، مصر) 13:01

18 المستصفی، غزالی، ابو حامد محمد بن محمد المستصفی، علم الاصول، تحقیق وتعلیق الدکتور محمد سلیمان الاشقر، مؤسسۃ الرسالۃ، (بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1997م) 193:01

19 الھندي، عبد العلي بن عبد الشکور، ص150، مسلم الثبوت، (المطبع الانصاری، دھلی ۱۸۹۹ء)

20 الزحیلی، الدکتور وھبۃ الزحیلی، ص 1/427، أصول الفقہ الإسلامي، (دار الفکر، الطبعۃ الأولی، ۱۹۸۶م)

عبد العلی الانصاری کا بیان ہے:

" القراءة الشاذة ليست من القرآن اتفاقاً ۔ "

" قراءۃ شاذہ بالاتفاق قرآن نہیں ہے۔"

مذاہب اربعہ کے تمام فقہا مفسرین اور اصولیین اس بات پر متفق ہیں کہ نماز میں قراءۃ شاذہ کی تلاوت جائز نہیں ہے، کیونکہ نماز میں قرآن کے علاوہ کسی چیز کی تلاوت بطور قرآن جائز نہیں اور ایسا شخص جو قراءۃ شاذہ کو قرآن سمجھتا ہے، اس کے متعلق علمانے یہ فتوی دیا ہے کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے اور اس وقت تک سخت سزا دی جائے، جب تک کہ وہ اپنے اس موقف سے رجوع نہ کرلے۔ یہاں مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ علمائے امت کا نماز میں قراءۃ شاذہ کی تلاوت کو ممنوع قرار دینا اور قراءۃ کی تلاوت پر اصرار کرنے والے کیلئے انتہائی سخت رویہ اختیار کرنا قراءۃ شاذہ کے قرآن نہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اور ابن مقسم اور ابن شنبوذ کا واقعہ قراءۃ شاذہ کے قرآن نہ ہونے پر امت مسلمہ کے اجماع کی روشن مثال ہے۔ اس وقت بغداد عالم اسلام کا مرکز اور دار الخلافہ تھا، وہاں حکومت کے سامنے نے جب یہ مسئلہ پیش ہوا اور حکومت نے وقت کے تمام فقہا، و قراءوغیرہ کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو تمام علماوفقہانے متفقہ طور پر قراءۃ شاذہ کے قرآن نہ ہونے کا فیصلہ دیا اور واضح کیا کہ قراءات شاذہ کی تلاوت حرام ہے، ان کو قرآن سمجھنے والا اور ان کی تلاوت کرنے والا شخص سخت سزا کا مستوجب ہے۔ یقینا مرکز اسلام میں حکومتی سطح پر ہونے والے اس دور کے جید فقہا، علما اور قرا کے اس فیصلہ کی خبر پورے عالم اسلام میں پہنچی لیکن لاکھوں مربع میل پر پھیلی ہوئی مملکت اسلامیہ کے کسی گوشہ سے اس فیصلہ کے خلاف ایک آواز بھی بلند نہیں ہوئی۔ اجماع کی اس سے بڑی مثال شاید پیش نہیں کی جاسکتی۔ مذکورہ تمام حقائق واضح دلیل ہیں کہ قراءۃ شاذہ عرفہ اخیرہ سے لے کر آج تک نہ کبھی قرآن تھی اور نہ آج ہے، لہذا مستشرقین کا قراءۃ شاذہ کی بنیاد پر قرآن میں اختلاف ثابت کرنا انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

نماز میں قراءت شاذہ کی تلاوت کا حکم:

علمائے امت اس بات پر متفق ہیں کہ قراءات شاذہ قرآن نہیں ہیں اور فرضی اور نفلی کسی بھی نماز میں ان کی تلاوت جائز نہیں ہے لیکن نماز کے علاوہ اس کو تعلیم و تعلم کے لئے بطور روایت بیان کرنا یا قرآنی آیت کے مفہوم کی وضاحت کے لئے پیش کرنا سب علماء کے نزدیک جائز ہے۔ اس کے بعد قراءۃ شاذہ سے نماز کے فاسد ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ ہے تو تمام اقوال اور ان کے دلائل کے تناظر میں اگر غور کیا جائے تو درج ذیل موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ اور اس سے تمام اقوال میں تطبیق بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ فرض قراءت میں قراءت شاذہ کی تلاوت سے نماز ہر صورت باطل ہو جائے گی، اسے لوٹانا ضروری ہو گا، خواہ اسے بطور ذکر پڑھا گیا ہو یا بطور حکایت۔ لیکن اگر کوئی شخص قراءت شاذہ کو فرض قراءت کے بعد بطور ذکر پڑھے تو نماز باطل نہیں ہو گی۔

خلاصہ: علم قراءات ایسا علم ہے جس میں اجتہاد اور رائے کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اور اس علم کے ذریعہ لغت، اعراب، حذف، اثبات، تحریک، اسکان، فصل، وصل، ابدال اور طریقہ ادائیگی کے اعتبار سے کتاب اللہ کے ناقلین کے اختلاف سے متعلقہ ان تمام تر مسائل کا پتہ چلتا ہے جو بطریق تواتر یا بطریق اخبار آحاد ثابت ہوں، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان اختلافی اور اتفاقی وجوہ کو نقل کرنے والے کون کون سے رواۃ ہیں۔

قراءات کا ماخذ وحی الٰہی ہے، اس میں اجتہاد اور رائے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اور آج جو قراءات پڑھی جا رہی ہیں یہ ان سبعہ احرف کا حصہ ہیں جو اللہ کے رسول صلی ﷺ پر نازل ہوئے تھے اور سبعہ کی بعض جزئیات عرضہ اخیرہ کے وقت منسوخ کر دی گئی تھیں۔ قراءات عشرہ تمام کی تمام متواتر ہیں، ان کی سند رسول اللہ ﷺ تک صحیح ثابت ہے، اور ان قراءات کی کسی بھی وجہ کو نماز وغیرہ میں تلاوت کیا جا سکتا ہے۔ ان کے علاوہ باقی تمام قراءات شاذہ ہیں، کیونکہ انہیں کسی بھی دور میں تواتر اور قبول عام کا درجہ حاصل نہیں رہا ہے، اگر وہ قرآن ہوتیں اور ان کی تلاوت نماز میں جائز ہوتی تو یقیناً انہیں تواتر اور قبول عام کا درجہ حاصل ہوتا، لہٰذا نماز وغیرہ میں ان کو قرآن سمجھ کر تلاوت کرنا حرام ہے اور یہ سب باطل اور قابل رد ہیں، انہیں کسی بھی طرح قبول نہیں کیا جائے گا۔ قراءات شاذہ عرضہ اخیرہ سے لے کر اب تک نہ کبھی قرآن تھیں اور نہ آج ہیں۔ چونکہ قراءات شاذہ قرآن نہیں ہیں، لہٰذا نماز وغیرہ میں ان کی تلاوت حرام ہے، جو شخص جانتے بوجھتے ان کی تلاوت پر مصر ہوگا، امیر المومنین کا فرض ہے، کہ وہ ہر ممکن طریقے سے اس کو باز رکھے۔

اگر وہ نماز میں قراءات شاذہ کی تلاوت قرآن سمجھ کر کرتا ہے یا عام گفتگو سمجھ کر کرتا ہے تو اس کی نماز باطل ہوگی اور اسے دہرانا ضروری ہوگا۔ نماز کے علاوہ قراءۃ شاذہ کو قرآن نہ سمجھتے ہوئے محض تعلیم و تعلم کے لیے پڑھنا، انہیں روایت کرنا اور ضبط تحریر میں لانا جائز ہے۔

ائمہ اربعہ اور مذاہب اربعہ کے اکثر اصولیین اور فقہا بعض شرائط کے ساتھ قراءۃ شاذہ کی حجیت کے قائل ہیں۔ یہی موقف دلائل کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے۔

واضح رہے کہ اگر کوئی قراءۃ ایسی ہو کہ اس کے مدلول کے متعلق صحابہ کا اختلاف ہو۔ اور اس مسئلہ میں قیاس اور اجتہاد کا بھی دخل ہو تو ایسی قراءۃ شاذہ کی حیثیت قول صحابی کی ہوگی۔ قراءات شاذہ نے قرآن کے مشکل اور مجمل مقامات کی وضاحت اور کی آیت کے مفہوم کے متنوع پہلوؤں کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ متعدد مسائل میں فقہا نے قراءات شاذہ کو استنباط احکام کی بنیاد بنایا ہے، قراءۃ شاذہ سے استدلال کرتے ہوئے متعدد مسائل کا استخراج کیا ہے۔ تحریک استشراق ایک اسلام

مخالف تحریک تھی، اور مستشرقین کا مقصد راہ حق کی تلاش نہیں، بلکہ راہ حق میں شکوک وشبہات کے کانٹے بکھیرنا تھا، اس کے لئے انہوں نے قرآن کو اپنا ہدف بنایا۔

قراءات صحیحہ کا مرجع اور ماخذ وحی الہی ہے، لہذا مستشرقین کا اختلاف رسم وغیرہ کو اختلاف قراءات کا سبب قرار دینا کسی طور پر مناسب نہیں ہے۔

مستشرقین نے جن دلائل کی بنیاد پر قرآن میں تحریف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ یا تو قراءات شاذہ ہیں، جنہیں امت نے کبھی بھی قرآن نہیں کہا، اور یا وہ روایات باطلہ اور ضعیفہ ہیں، جن کی علمائے اسلام ہمیشہ تردید کرتے آئے ہیں۔